تقویٰ و طہارت کا مینار..... منہدم

حافظ محمد الیاس اثری — مرکز العلوم الاثریہ گوجرانوالہ

مورخہ یکم نومبر ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب مجھے کافی وقت یاد رہے گی تقریبا رات کے ساڑھے گیارہ بجے میرے موبائل پر گھنٹی بجی اٹھایا تو حافظ محمد اسماعیل میر محمدی حفظہ اللہ کی آواز سنائی دی' آہوں اور سسکیوں میں انہوں نے مجھے پریشان کن خبر سنائی کہ ابا جی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے ہیں زبان پر انا للہ وانا الیہ راجعون آیا' دل کو دھچکا لگا میں نے نماز جنازہ کا پوچھا تو انہوں نے کہا ابھی مشورہ نہیں ہوا مشورہ کرنے کے بعد عرض کروں گا پھر صبح کی نماز کے بعد میں نے فون کیا تو انہوں نے فرمایا کہ گیارہ بجے مرکز ادارۃ الاصلاح البدر بونگہ بلوچاں ضلع قصور میں حضرت حافظ صاحب کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور پھر دو بجے بعد دوپہر ان کے مولود مسکن (آبائی گاؤں) میر محمد ضلع قصور میں ادا کی جائے گی میں نے علی الصبح ہی ایک ٹیوٹا تیار کرنے کا کہہ دیا اور مرکز العلوم الاثریہ گوجرانوالہ کے تمام اساتذہ کو بھی اطلاع کر دی کہ وہ آٹھ بجے سے پہلے مرکز میں پہنچ جائیں جونہی احباب کرام جمع ہوئے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ جائیں میں بھی ان شاء اللہ آ جاتا ہوں کیونکہ میں نے اپنے بیٹے حافظ عبدالرحمان مغل کی گاڑی میں جانا تھا وہ تھوڑی سی لیٹ تھی بڑی کوشش کے باوجود ہم سوا گیارہ بجے بونگہ پہنچے ابھی وہاں پہنچے ہی تھے کہ نماز جنازہ کی سلام پھر گئی میرے ساتھ حافظ محمد شفیق انصاری نائب امیر اہلحدیث تبلیغی جماعت ضلع گوجرانوالہ اور مولانا شہباز احمد سلفی مدرس مرکز العلوم الاثریہ گوجرانوالہ بھی تھے' میں نے مشورہ کیا کہ اب میر محمد چلنا چاہیے چنانچہ ہم چار ساتھی میر محمد روانہ ہو گئے حضرت جی کا جسد خاکی تقریباً دو بجے پہنچ گیا تھا امامت کے فرائض حضرت جی کے صاحبزادے حافظ محمد اسماعیل نے ادا کئے' نماز جنازہ کے بعد لواحقین سے تعزیت کی اور واپسی کی راہ لی حقیقت یہ ہے کہ کئی دن تک دل بجھا بجھا سا رہا کیونکہ میں نے حضرت جی کو بہت قریب سے دیکھا تھا وہ بہت ہی رحیم و شفیق تھے دکھیوں کی روح میں اتر جانے والے تھے' پریشان آدمی کو دیکھ کر خود پریشان ہو جاتے تھے وہ غرباء' مساکین اور دکھیوں کے مداوا تھے ان کے رقعہ جات لیکر لوگ میرے پاس آتے آپ یقین جانیے کہ ان کے رقعہ جات پر میں نے لاکھوں روپے لوگوں کو

دیئے ہیں اللہ تعالیٰ جیسے دیتے تو میں آگے انکو دے دیتا وہ اس شعر کا مصداق تھے

ہو میرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
درد مندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا

عادات وخصائل 1980ء میرا حضرت جی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے میں نے ان کو بہترین انسان پایا ہے گاہے گاہے ان کے ساتھ سفر کرنے کا بھی موقع ملا ہے راتیں بھی ان کے ساتھ گذاریں' مجالس میں بھی ان کو دیکھنے کا موقع میسر آیا بلا مبالغہ ان کی زبان انتہائی صاف' پاکیزہ اور شستہ تھی' گفتگو کرتے ہوئے نہایت ہی خوبصورت دکھائی دیتے تھے' جذبات میں نہیں آتے تھے ایک مرتبہ میرے پاس مرکز الاصلاح اہلحدیث گلبرگ کالونی گوجرانوالہ تشریف لائے تو ہمارے شہر کے ایک بزرگ عالم دین حضرت جی کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور مطالبہ کیا کہ ہماری مسجد میں بھی ایک خطبہ جمعہ ارشاد فرمادیں حضرت جی نے فرمایا کہ میں آپ کو مایوس نہیں کرونگا میرے پاس فی الحال ڈائری نہیں ہے واپس جا کر میں ضرور ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو وقت دیدوں گا وہ مولانا فرمانے لگے کہ آپ ہمیشہ ایسی کہتے ہیں (میرے خیال میں یہ جملہ نہایت ہی گستاخانہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ آپ وقت دینا نہیں چاہتے) یہ بات کرتے ہوئے ان کی آواز بھی اونچی ہوگئی حافظ صاحب مرحوم نے صرف اتنا ہی فرمایا کہ مولانا! معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس علم بہت زیادہ ہے اس سے زائد کچھ نہ فرمایا پھر واپس ''البدر'' جا کر مجھے فون کیا کہ مولانا موصوف کو کہیں کہ فلاں جمعہ میرا خالی ہے وہ اگر چاہیں تو یہ دن متعین کرلیں میں حاضر ہو جاؤں گا میں نے مولانا بالقابہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت جی کا پیغام سنایا کہ یہ جمعہ اپنی مسجد کے لئے مختص کرلیں' چنانچہ آپ مقررہ وقت اور تاریخ پر تشریف لائے' خطبہ دیا اور واپس روانہ ہوگئے' طبیعت میں اتنی مٹھاس تھی جو ایک مرتبہ ان کی مجلس کر لیتا وہ چاہتا کہ میں ان کو چھوڑ کر نہ جاؤں اس سے ان کے اردگرد ہر طرح کے احباب کا ہجوم رہتا تھا ہر آدمی سمجھتا کہ جتنی محبت وہ میرے ساتھ کرتے کسی دوسرے سے نہیں کرتے مگر وہ تو سب سے ہی کرتے تھے خاموش طبع' کم گو اور خوش مزاج تھے' صاف ستھرا اور سادہ لباس استعمال کرتے تھے' سر پر ٹوپی نہیں بلکہ رومال استعمال کرتے تھے' چہرہ ایسا تھا جیسے نور برس رہا ہوتا ہے جب ملتے تو خندہ پیشانی اور مسکراہٹ لبوں پر ہوتی تھی' جیبی گھڑی استعمال کرتے تھے گفتگو میں حسن و جمال پورا اور وافر دکھائی دیتا تھا بعض دفعہ ہم بھی سبحان اللہ کہہ اٹھتے تھے عموماً ہر بات میں جچی تلی رائے دیتے بعض دفعہ بڑی سادگی سے مسئلہ بیان کرتے سن کر تعجب ہوتا کہ مسئلہ بڑا مشکل تھا بڑے آسان اور سہل انداز میں سمجھا دیا گیا ہے' یقین جانیے الفاظ اتنے عمدہ' اعلیٰ اور مناسب ہوتے جیسے موتی ہوتے ہیں بعض

دفعہ اس بات کا یہی صحیح حل ہے یاد رہے کہ وہ پنجابی کی دعاء کے سپشلسٹ تھے اللہ پاک سے بڑی میٹھی دعائیں کیا کرتے تھے دعا ختم ہی نہ ہوتی تھی یہ ان کے تعلق باللہ کی علامت تھی' ان کی تلاوت قرآن بھی بڑی مسحور کن ہوتی تھی کہ وجد میں آ جایا کرتے تھے حتیٰ کہ بعض دفعہ لوگ مطالبہ کر کے ان سے تلاوت سنتے تھے پھر پڑھنے میں بھی تکلف نہ کرتے تھے جیسا کہ عام قراء کرام تلاوت کرتے وقت کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض دفعہ جسے ان کو دیکھ کران پر رحم و پیار آتا ہے کہ یہ تلاوت ان کے لئے وبال جان بنی ہوئی ہے جب بھی فون کیا تو ریسور اٹھاتے ہی علیک سلیک ہوتی تو نام پوچھا جاتا تو فوراً کہتے محمد یحیٰی عزیز اب وہ محمد یحیٰی عزیز میر محمد مرحوم ہیں

سادگی: سادگی کا یہ عالم تھا ایک عامیانہ انداز کا بیگ ہر وقت اپنے پاس رکھتے تھے اس میں ایک جوڑا کپڑوں کا اور کچھ ضروری اشیاء ہوتی تھیں آپ ہی اٹھا کر آتے جاتے تھے جب تک باہمت رہے عام گاڑیوں میں ہی سفر کیا کرتے تھے جبکہ بحمد للہ تعالیٰ کئی علماء کے پاس اپنی سواریاں تھیں جب کہیں جاتے تو مسجد میں آرام کرنے کو باعث تسکین روح سمجھتے تھے' گرم و نرم بستر چھوڑ کر مسجد کی چٹائی کو ہی ترجیح دیا کرتے تھے۔

ے وان سکنوا تصوراً عالیات سکنا' فی المناجد والذوایا

درجنوں کے حساب سے وہ ہمارے پاس آئے ہوں گے ہمیشہ مرکز ہی میں سونے کو پسند کرتے تھے یا پھر کبھی اپنے دیرینہ دوستوں کی ملاقات کی خواہش لیکر جامع مسجد علمدین اہلحدیث (ٹاہلی والی) قبرستان میں جانا پسند کرتے یہ حضرت کا مادر علمی تھا پھر 1970ء سے اپنا ایک مرکز ادارۃ الاصلاح البدر بونگہ بلوچاں میں قائم کیا گویا انہوں نے جنگل میں منگل کا سماں بنا رکھا تھا مگر وہاں بھی انہوں نے اپنا کمرہ بالکل سادہ سا بنایا تھا اس میں ایک چارپائی چند کتابیں اور ایک دو تکیے رکھے ہوتے تھے ساری دنیا اسی کمرے کی طرف دوڑی آ رہی تھی یہاں تک کہ اسی سادگی میں وہ لندن جیسے ترقی یافتہ ملک میں بھی دعوت توحید کا پیغام سنا آئے' کھانے پینے میں بھی بڑی سادگی دیکھی ہے جب بھی پوچھا کہ حضرت جی! کیا ناشتہ فرمائیں گے تو پیار سے کہتے کہ چائے اور سکے تک یعنی رس ہی کافی ہیں کھانے پینے میں اتنے محتاط تھے مگر چہرے کی رنگت و کیفیت اللہ اکبر' روحانیت کا مرکز نظر آتا تھا' مسواک کے پابند تھے ہاتھ میں چھڑی رکھتے تھے' تصنع' بناوٹ اور ریاکاری سے کوسوں دور تھے' آرام و سکون اور نہایت وسنجیدگی سے چلتے تھے سر پر سادا سا رومال باندھتے تھے اس لباس میں لاکھوں افراد کو خطاب کر گئے۔

اصلاح و تبلیغی پروگرام: دعوت و اصلاح اور تربیت کے حوالہ سے جب بھی اور جہاں بھی دعوت دی گئی وقت اگر ہوتا اور طبیعت بھی درست ہوتی تو بالکل انکار نہ کرتے' ملک کے طول و عرض میں ہونے

والی بڑی بڑی کانفرنسوں سے خطاب کیا حتیٰ کہ توحید کا پیغام سنانے کے لئے کویت اور لندن تک تشریف لے گئے‘ عموماً مہینے کے چار جمعہ ہوتے پہلا جمعہ اپنے آبائی گاؤں میر محمد ضلع قصور میں ہوتا تھا دوسرا جمعہ مرکز ادارۃ الاصلاح البدر بونگہ بولچاں پھول نگر میں پڑھاتے دور دراز سے لوگ حضرت کا خطاب سننے کے لئے جمعرات کو ہی وہاں جمع ہونا شروع ہوجاتے ان کے لئے جمعرات ہی سے تربیتی مجالس قائم کردی جاتیں خطبہ جمعہ کے بعد جماعتیں تشکیل دی جاتیں اور بروز ہفتہ ان کی روانگی ہوتی تھی دو تین دن تک ان کو وہاں مصروف رکھا جاتا تھا پھر ان کو روانہ کیا جاتا تھا تیسرا جمعہ اکھاں والا (رؤف خانوالہ) میں ہوتا تھا پھر مصروفیات کی بنا پر ترک کردیا چوتھا جمعہ پورے ملک میں حسب ضرورت اور دوستوں کے اصرار وتکرار پر جہاں اللہ پاک کو منظور ہوتا پڑھا دیتے تھے۔ ہر سال گرمیوں کی تعطیلات میں سکول وکالج اور مدارس کے اساتذہ کا سہ روزہ اجتماع کیا جاتا خود سرپرستی کرتے پھر کراچی‘ کوئٹہ‘ پشاور اور گلیات کے لئے جماعتیں روانہ کرتے علاقہ گلیات کا معروف علاقہ (کالا باغ ضلع ایبٹ آباد) میں جماعت کی نصرت کے لئے ایک مرتبہ تشریف لے گئے میں بھی وہاں ہی تھا خطبہ جمعہ جامعہ مسجد اہلحدیث کالا باغ میں ہی ارشاد فرمایا پروفیسر قاضی محمد ابراہیم زید مجدہ حضرت کے خصوصی معاون ہوتے‘ جماعتوں کی تشکیل فرماتے پھر نصرت کے لئے بھی کبھی کبھی تشریف لے جاتے انہوں نے ساری زندگی مرکز مذکور کے لئے وقف کررکھی ہے اللہ پاک سب کی قربانیاں قبول فرمائیں۔ آمین

مرکز الاصلاح اہلحدیث گوجرانوالہ میں ہر سال مارچ کے اواخر میں یا اپریل کے اوائل میں سہ روزہ یا دو روزہ سالانہ تبلیغی اجتماع ہوتا ہے گوجرانوالہ شہر اور دوسرے شہر کے علماء دعوت وتبلیغ کے موضوع پر خطاب کیا کرتے ہیں اور خطبہ جمعہ حضرت جی کا ہی ہوا کرتا تھا دور دراز سے آپ کا خطاب سننے کے لئے لوگ جمع ہوتے تھے اس کے بعد پھر مختلف علاقوں کے لئے جماعتیں روانہ کی جاتی تھیں‘ فراخدلی کا یہ عالم تھا کہ امیر المجاہدین پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ نے بھی اپنے دو یا تین اجتماع مرکز ادارۃ الاصلاح ’البدر‘ بنگلہ بلوچاں میں ہی کئے تھے پھر انہوں نے اپنا مرکز مرید کے ضلع لاہور میں قائم کرلیا حضرت جی نے وہاں بھی ایک دو مرتبہ خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا پھر بعض وجوہ کی بنا پر راستے الگ الگ ہوگئے خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے حضرت حافظ صاحب مرحوم نے اس تبلیغی میدان میں تقریباً زندگی ساٹھ بہاریں گزاریں ہیں

بچھڑا وہ کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے ملک کو ویران کر گیا

شب بیداری: مجھے سفر میں بھی حضرت کی رفاقت نصیب ہوئی ہے وہ شب زندہ دار تھے بقول علامہ اقبال

تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ   نہ چھوٹے ان سے لندن میں بھی اداب سحر خیزی

جب بھی کبھی ان کے ساتھ شب بیداری کا موقع ملا وہ رات بمشکل تین چار گھنٹے سوتے ہوں گے ایک موقع پر تو انہوں نے دو اڑھائی گھنٹے آرم کیا ہوگا پھر اٹھے اور اپنے رب سے باتوں میں مصروف ہو گئے' جبکہ ہماری فرضی نمازیں بھی باجماعت بمشکل ہرتی ہیں ان کی مجلس سے ہم نے بہت کچھ سیکھا ہے پیار سے ہم ان کو بڑے پیر صاحب کہا کرتے تھے ہمارا ان سے بڑا گہرا روحانی رشتہ تھا۔

احب الصالحین ولست منهم   لعل الله ارزقني صلاحاً

میری تحریر کا یہ مقصد نہیں کہ حضرت حافظ صاحب ہر کمزوری سے پاک ہیں وہ تو صرف اللہ پاک ہی کی ذات عالی ہے جو ہر عیب و کمزوری سے پاک' منزہ اور عالی ہے بزرگوں کا تذکرہ اس سے کیا جاتا ہے کہ فرمان نبوی ہے کہ اذکرو محاسن موتاکم فوت شدگان کے اوصاف حمید اور خصائل جلیلہ بیان کیا کرو

اس کی وجہ یہ ہے کہ اکابر کا تذکرہ روح کو گرما دیتا ہے' ایمان میں تازگی پیدا کر دیتا ہے عملی پختگی کا ضامن ہے اس سے اخلاقیات کا درس ملتا ہے وہ پیار و محبت کا پیغام دیکر دلوں کو منور کرتا ہے اس سے ملنساری کے جذبہ کو قوت ملتی ہے صاف اور میٹھی زبان اختیار کرنے کی توفیق ملتی ہے' سچ گوئی کا ولولہ پیدا ہوتا ہے عملی زندگی کی راہ ہموار ہوتی ہے توکل علی اللہ اور روحانیت کی لہر پیدا ہوتی ہے اس لئے شاعر نے کہا ہے

تازہ خواہی داشتن گردا قہائے سنیدرا

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہء پارینہ را

وظائف : حضرت جی وظائف واوراد کے بہت پابند تھے اس لئے وہ لغویات کے قریب بھی نہ بھٹکتے تھے مذاق' لطائف اور ہنسانے والی اور محفل کو گرمانے والی چیزوں سے بالکل پرہیز کرتے تھے انسان ہونے کے ناطے سے اگر کوئی بات ہو جاتی تو فرماتے کہ یہ بات مناسب نہیں ہے مجھے یہ کرنی نہیں چاہئے تھی اس لئے وہ غیبت و چغلی سے بہت بچتے تھے لگائی بجھائی سے کوسوں دور تھے یہ محض تلاوت و وظائف کی برکت تھی' ایک مرتبہ جامع مسجد مکرم اہلحدیث ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ تشریف لائے تو کسی آدمی نے کہہ دیا کہ فلاں مولوی صاحب نے آپ کو بہت برا بھلا کہا ہے میٹنگ کا آغاز ہوا مندوبین حضرات اپنا اپنا بیان دے چکے تو پھر حضرت صاحب کی باری آئی تو دوران بیان فرماتے تھے کہ جس مولوی صاحب نے مجھے تنقید کا نشانہ بنایا ہے میں نے اس کو معاف کر دیا ہے اور مزید یہ کہ میں آئندہ کے لئے بھی میں اس کو معاف کرتا ہوں کہ اگر وہ کوئی بات کرے تو پیشگی اس کو معاف کرتا ہوں اور اللہ پاک سے بھی عرض کرتا ہوں کہ اس کو میری طرف سے کچھ نہ کہا جائے

حقیقت میں یہ کیفیت تعلق باللہ خدا ترسی اور کثرت وظائف کا نتیجہ ہے اور خصوصا رات کے آخری حصہ میں رب تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر ان کو منانے سے یہ کیفیت حاصل ہوتی ہے'

لانه داب الصالحين

آخر میں؛ حضرت صاحب کی وفات سے جماعتی زندگی میں جو خلا پیدا ہوا ہے مدتوں تک اس کا پورا ہونا مشکل ہے حضرت جی کے علم وفضل اور عرفان ومعرفت سے بہت ساری دنیا سیراب ہو رہی تھی تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا وہی سو گئے داستان کہتے کہتے

حقیقت یہ ہے کہ حضرت کی وفات سے بہت بڑا عملی' تربیتی اور مسلکی فقدان محسوس کیا جا رہا ہے ہر جماعتی غم سے نڈھال و پریشان نظر آ رہا ہے شاعر نے اپنی زبان میں سب کی ترجمانی کی ہے

وما كان قيص موته موت واحد ولكنه بنيان قوم تهدما

میں اپنی اس تحریر کے ذریعے حضرت جی کی دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ انسان ہونے کے حوالے سے ضرور ان سے کئی اغلاط ہوئی ہوں گی تجزیہ نگاروں کے حوالہ سے جو معلومات موصول ہوئی تھیں ان کے مطابق مرکز ادارۃ الاصلاح میں ایک لاکھ آدمی نے نماز جنازہ ادا کی ہے یا اللہ ایک لاکھ آدمی کی دعاء قبول کر کے ان کی بشری غلطیاں معاف فرما دیں دوسری مرتبہ نماز جنازہ ان کے گاؤں کی مسجد میں ادا کی گئی امامت کے فرائض ان کے صاحبزادے حافظ محمد اسماعیل میر محمدی نے ادا کیے' تیسری مرتبہ آبائی قبرستان میں نماز ادا کی گئی جب مسجد میں نماز ادا کی گئی تھی تو گیلری میں مستورات بھی تھیں' ملک بھر کے جید علماء کرام' مشائخ حدیث' طلبہ عظام اور دیگر جماعتی احباب نے بڑے والہانہ پیار ومحبت کا ثبوت دیا اور ایک ولی کامل کی نماز جنازہ میں حاضری کو سعادت سمجھا' حضرت حافظ صاحب نے اپنا وقت بڑی سادگی' حکمت' عملی اور بھرپور عملی زندگی میں گذارہ ہے اب ساری ذمہ داری ان کے اکلوتے بیٹے حافظ محمد اسماعیل زید مجدہ کی کندھوں پر ہے ان کو چاہئے کہ بڑے اخلاص کے ساتھ اپنے باپ کے اس لگائے ہوئے باغ کو ہرا بھرا اور آباد رکھنے کی کوشش کریں تاکہ اس کی چھاؤں' خوشبو اور خوبصورتی میں دن بدن اضافہ اور ترقی ہوتی رہے اللہ پاک ہمیں اور ان کو آنے والی آفات ومصائب سے محفوظ فرمائیں (آمین)